مکی عہد رسالت سے متعلق ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی کی تحقیقات کا تجزیاتی مطالعہ

Analytical study of the research of Dr. Yaseen Mazhar Siddiqui related to the Prophethood of Makkah

Dr. Syeda Rabbia Ahmad
Lecturer in Islamic Studies, Govt. Associate college, Adda Gujrat, Kot Addu
Email: rabbiaahmedsherazi@gmail.com
Dr. Niaz Ahmad
(Corresponding Author)
Lecturer in Islamic Studies, Govt. Associate college Makhdoom Rasheed, Multan
Email: niazahmad077@gmail.com

Abstract
The life of Holy Prophet (P.B.U.H) can be divided in to Makki and Madani two periods. Seerat-ul-Nabi cannot be completely understood without describing any one of them. All Seerat writers describes both of them but mostly Madni period of prophet hood is enforced much more in Seerat-ul-Nabi and Makki period has not given due percentage. In contemporary age, Yaseen Mazhar Siddiqui is a well-known seerah writer, he has done a lot of work on both periods of prophethood and preaching. This article will throw light on his work on seerah especially related to Makki period of prophethood and shows the importance of this period's teaching to follow religion in a better way in every environment and walk of life.
Keywords: Prophethood, Seerat-ul-nabi, Makki Period, Yaseen Mazhar Siddiqui's work

اسلام کے ابتدائی احکام مکہ مکرمہ میں نازل ہوئے۔ابتدائی وحی کے بعد اس دور میں نازل ہونے والی آیات کو مکی آیات کے زمرے میں لیا جاتا ہے اور تیرہ سالہ دور نبوت میں قرآن کریم کے بیشتر احکام وآیات نازل ہوئیں۔عمومی طور پر کتب سیرت میں تمام سیرت نگاران اس تیرہ سالہ دور نبوت کا مطالعہ صرف تاریخی تسلسل میں کرتے ہیں اور عموماً یہ تصور پایا جاتا ہے کہ دین اسلام کے زیادہ تر احکامات وعبادات سے متعلقہ آیات کا نزول مدینہ منورہ میں ہوا۔ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی [1] اس تصور سیرت نگاری کو فاسد قرار دیتے ہیں، آپ کے مطابق سب کے سب قدیم وجدید مصادر سیرت نے حضرت محمد ﷺ کے مکی دور حیات اور عہد کار گزاری کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔انہوں نے بعد کے مدنی دور حیات و عمل کو اتنا درخشاں وتابندہ اور خیرہ کن بنا کر پیش کیا کہ مکی عہد سیرت اس کی ایک محض پرچھائی بن کر رہ گیا۔اس جانبدارانہ انداز نگارش اور غیر منصفانہ تدوین کا اصل رجحان قدیم مؤلفین سیرت اور جامعین روایات نے قائم کیا۔اخبار وروایات کے جامعین کے سر زیادہ الزام نہیں دھرا جاسکتا کہ ان کی تدوینات اور نگارشات وترسیلات کا خاطر خواہ ذخیرہ ہمیں نہیں ملا۔آپ کے مطابق قدیم وجدید مؤلفین سیرت

کا بنیادی المیہ یہ ہے کہ وہ مکی عہد نبوی کی اہمیت، کارسازی، کارفرمائی اور تعمیر عہد مردم سے کماحقہ آگاہ نہیں۔[2] آپ نے سیرت نگاری کے اس خلا کو پُر کرنے کے لیے مکی عہد نبوی قبل از بعثت اور بعد از بعثت کے موضوعات کو خصوصی طور پر تحقیق کے لیے منتخب کیا ہے۔ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی کی زمانی تقسیم کے اعتبار سے تصنیفات و تحقیقات میں سے بعد از بعثت مکی دور سے متعلق چند ایک منفرد نگارشات کا تجزیہ حسب ذیل ہے۔

1۔مکی مواخات۔اسلامی معاشرے کی اولین تنظیم

بعد از بعثت مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ نے ابتداءً دینِ اسلام کی خفیہ تبلیغ کا کام شروع کیا۔بعد از حکم ربانی اعلانیہ اشاعتِ اسلام کا فریضہ سرانجام دینے لگے۔ آپ ﷺ کی تبلیغ و اشاعت کے باعث بہت سے لوگ مشرف بااسلام ہوئے، ان میں سابقین اولین اور ہجرت حبشہ میں شامل مکی مسلمان شامل ہیں۔مکہ مکرمہ میں اسلام کی دعوت قبول کرنے والوں کو اپنے گھر والوں کے ساتھ ساتھ اپنے خاندان و قبیلہ کی ناراضگی و دشمنی کا سامنا بھی کرنا پڑتا تھا۔ ان تمام حالات وواقعات کے پیش نظر مسلمانوں کو منظم و مرتب کرنے کے لیے آپ ﷺ نے مؤاخات کا رشتہ قائم فرمایا جس میں ایک خاندان کے مسلمان کو دوسرے خاندان کے مسلمان کا دینی بھائی بنایا گیا۔عموماً کتب سیرت میں مکی مواخات کا ذکر کیے بناءہی ہجرت مدینہ منورہ کے بعد مواخات مدینہ کا ذکر کیا جاتا ہے، جس میں مہاجرین وانصار کے درمیان بھائی چارہ کا رشتہ قائم کیا گیا تھا۔

ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی کے مطابق صرف مواخات مدینہ کا یہ خیال اتنا پختہ وراسخ ہوچکا ہے کہ عوام کے ساتھ ساتھ علماء و محققین بھی اس کے بارے میں صحیح نقطہ نظر سمجھنے سے قاصر ہیں۔آپ کے مطابق مکہ مکرمہ کے تیرہ سالہ دور نبوت کے بارے میں روایتی طرز تحریر کی وجہ سے اسلامی تہذیب وتمدن کا صحیح تو درکنار سرسری تجزیہ بھی نہیں کیا گیا ہے۔اسی لیے اکثر کتب سیرت میں ایک جیسی معلومات پائی جاتی ہیں۔حالات وواقعات کو خلط ملط انداز میں تحریر کیا گیا ہے۔اس لیے صحیح طریقے سے تحلیل و تجزیے کے ذریعے معلومات کو حقیقی انداز میں پیش کرنے کی ضرورت ہے۔[3] اسی ضرورت و اہمیت کے پیش نظر مکی مواخات پر آپ کا تحقیقی مقالہ ”مکی مواخات۔اسلامی معاشرے کی اولین تنظیم“ کے نام سے 1997ء میں تحقیقی مجلے معارف اعظم گڑھ میں شائع ہوا۔

آپ نے مقالے کے آغاز میں مکی سیرت نگاری کے سلسلے میں روایتی انداز تحریر پر تنقید کرنے کے بعد اس امر کی وضاحت کی ہے کہ بعض متقدمین و متوسطین اصحاب سیر نے مکی مواخات کو الگ سے بیان کیا ہے لیکن اکثر اصحاب سیر نے ابن ہشام کی دستیاب کتاب پر کلی انحصار کرتے ہوئے مکی مواخات کا ذکر تک نہیں کیا ہے۔چند

ایک سیرت نگاران نے مکی مواخات کو مدنی مواخات سے خلط ملط کر کے بیان کیا ہے۔ آپ نے دستیاب مصادر و ذرائع سے مکی مواخات کو مفصل انداز میں بیان کیا ہے۔ آپ کے مطابق:

" سیرت نبوی کے بہت سے مصادر ہماری دسترس میں نہیں ہیں تاہم جو بھی دستیاب ہیں، ان میں سے متعدد میں مکی مواخات کا ذکر موجود ہے۔ اب تک کی معلومات کے مطابق محمد بن حبیب بغدادی پہلے شخص ہیں جنھوں نے مکی مواخات کا ذکر صراحتاً اور مدنی مواخات سے علیٰحدہ کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ہجرت سے قبل مسلمانوں کے درمیان "حق و مواسات" (سچائی اور ہمدردی) پر بھائی چارہ قائم کیا۔ دوسرے اہم مؤرخ اور زمانی ترتیب میں مقدم حافظ ابن عبد البر ہیں جنھوں نے مکی مواخات کا ذکر کیا ہے مگر انہوں نے دونوں واقعات مواخات کی ترتیب الٹ دی ہے۔ عظیم اندلسی سیرت نگار امام ابن سید الناس (م1334ھ) نے دونوں مواخات مکی و مدنی کا واضح ذکر کیا ہے۔"[4]

آپ نے ان تمام مصادر میں مکی مواخات کے بیان کے ساتھ مواخات میں شریک صحابہ کرامؓ کے نام بھی تفصیلاً بتائے ہیں اور اس مواخات کے ضمن میں ملنے والی دیگر روایات کو بھی بیان کرتے ہیں۔ ان سب دلائل و شواہد سے مکی مواخات کو ثابت کرنے کے بعد آپ نے مکی مواخات سے بے خبری کے اسباب ذکر کیے ہیں۔ اولاً مکی دور اور ابتدائی عہد کے تنظیمی حالات و واقعات کی تمام جزئیات جمع نہیں کی جا سکی ہیں۔ ثانیاً یہ کہ سیرت کا بہت سا مواد تنقیح و تہذیب کے عمل کے دوران صفحات تاریخ سے محو ہو گیا ہے۔ اس بے خبری کا ایک سبب دونوں مواخات کی روایات کا اختلاط ہے۔ مکی مواخات کی روایات ایک دو نہیں متعدد کتب سیرت میں موجود ہیں۔ انہوں نے مکی و مدنی مواخات میں اشتباہ کے اسباب بھی بیان کیے ہیں کہ کس طرح روایات کے بیان میں صحابہ کرامؓ کے ناموں اور مہاجرین و انصار کی اصطلاحات کے استعمال سے دونوں واقعات کو خلط ملط کر کے پیش کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں آپ نے ابن اسحاق، ابن حبان، امام حاکم، ابن عبد البر، حافظ مقدسی، امام طبرانی، علامہ دیار بکری، علامہ حلبی، علامہ زرقانی، بلاذری اور ابن سعد کی روایات میں موجود اختلافات کا ذکر بھی کیا ہے۔ آپ اسے تحقیق طلب مسئلہ قرار دیتے ہوئے جدید دور کے سیرت نگاران کا اس واقعہ کے ذکر نہ کرنے پر حیرانی کا اظہار کرتے ہیں کہ آیا وہ اس عظیم واقعہ سے لاعلم رہے ہیں یا روایت پرستی کے سبب اس کا ذکر نہیں کر پائے۔[5]

آپ نے مکی مواخات سے متعلق روایات میں موجود اختلافات و شکوک و شبہات کا مکمل ذکر کرنے کے بعد اس مواخات کے اہم عوامل و اسباب کو الگ عنوان کے تحت بیان کیا ہے کہ اس کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اور اس کا جواب سادہ انداز میں یہی بنتا ہے کہ جو عوامل مدنی مواخات میں کارفرما تھے وہی عوامل مکی مواخات کا سبب

بنے۔ آپ نے مکی مواخات کے بیان کے سلسلے میں پائے جانے والی الجھن ، اس کے سبب اور حل کو نہایت عمدہ الفاظ میں بیان کیا ہے:

"مکی مسلمانوں کی روایت کے لیے بالعموم مہاجرین کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے جو غلط فہمی پیدا کرتی ہے۔ راویوں کے سامنے چونکہ مدنی مواخات کا منظر تھا کہ وہ مہاجرین وانصار کے درمیان استوار کی گئی تھی لہٰذا غیر شعوری طور پر انہوں نے "مہاجرین" کی اصطلاح استعمال کرلی کہ ہجرت سے قبل صرف مہاجرین کے درمیان مواخات کارشتہ قائم کیا گیا تھا۔ حالانکہ اس کے لیے صحیح لفظ اہل مکہ یا مکی مسلمانوں کا تھا۔"[6]

اس غلط فہمی کے بیان و اصلاح کے بعد آپ نے مکہ مکرمہ میں موجود مختلف قبائل اور ان میں مسلمان ہونے والوں کا ذکر کیا ہے کہ اسلام قبول کرنے کی وجہ سے ان کا خاندان ان لوگوں کو قبول نہیں کرتا تھا اور آپ ﷺ کو اپنے خاندانی نظام کی تباہی وبربادی کا باعث سمجھتے تھے۔ جب مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کی تعداد کافی ہوگئی تو آپ ﷺ نے اسلامی بھائی چارہ قائم کیا۔ آپ نے اس مکی مواخات کا سبب بننے والی وجوہات کو تین مختلف نکات کی صورت میں بیان کیا ہے، ان نکات کا مختصر اذکر حسبِ ذیل ہے:

☆اول یہ کہ خاندانی روابط اور اعزہ واقارب کی محبت و شفقت سے محروم مسلمانوں کو ایسا سماجی و معاشرتی ماحول فراہم کیا جائے جو ان کو باہمی یگانگت و ہم آہنگی فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ خاندان سے تعلق ٹوٹنے کے باعث پیدا ہونے والے معاشرتی خلا کو بھی پُر کرسکے۔

☆ دوم ، قرآن کریم کی مکی آیات میں امت مسلمہ کو ممتازامت بیان کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے مکی مسلمانوں سے قریش کے غلط وناجائز رویے اور مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہونے کے باعث اس مواخات کے ذریعہ اُن میں معاشرتی ہم آہنگی پیدا کی۔

☆سوم، اسلام ایک آفاقی دین کی حیثیت سے آیا تھا جو زندگی کے تمام پہلوؤں پر محیط ہو۔ آپ ﷺ نے اس مواخات کے ذریعہ اسلام سے تعلق کو معاشرہ کے وجود اور اس کی تنظیم و تشکیل کا محور بنادیا۔[7]

آپ نے موجود ماخذ سیرت میں اس واقعے سے متعلق ملنے والی روایات کے تجزیے کے بعد مکی مواخات کو اسلامی معاشرے کی اولین تعمیر و تشکیل کے طور پر بیان کیا ہے اور اس بھائی چارے کے اسباب ووجوہات کو مدنی مواخات کے لیے بھی بنیاد قرار دیا ہے۔ نہایت شائستہ انداز میں متقدمین کی غلطیوں کی نشاندہی کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی اصلاح کی گئی ہے اور مکی سیرت نگاری کے ضمن میں پائی جانے والی معلومات کی غلط فہمی و کمی کا بنیادی مصادر کی روشنی میں عقلی و نقلی دلائل کی مدد سے احسن طریقے سے ازالہ کیا گیا ہے۔

2۔ مکی مواخات کی توقیت

مکہ مکرمہ میں اسلامی بھائی چارے اور اولین اسلامی معاشرے کی تشکیل کے وقوع کو ثابت کرنے کے بعد آپ نے اس واقعہ کی توقیت کو بھی موضوع تحقیق بنایا ہے۔ اس سلسلے میں "مکی مواخات کی توقیت" کے عنوان سے آپ کا تحقیقی مقالہ شائع ہوا۔ اس تحقیقی مقالے میں آپ نے نہ صرف مکی مواخات کی تاریخی وقوع پذیری کو موضوع بحث بنایا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے اس مواخات سے وابستہ مسلمانوں کی تعداد، مختلف خاندانی عناصر، باہمی مواخات میں انتخاب ووابستگی کی بنیاد، مواخات کے تسلسل، حضرت علیؓ کی مواخات اور مواخات کے دیرپا اثرات جیسے عنوانات کو بھی شامل بحث کیا ہے۔

مقالے کے آغاز میں اس حقیقت کا اعتراف کیا گیا ہے کہ کتب سیر و تاریخ میں مکی دور حیات کے بہت سے پہلو بیان نہیں کیے جاسکے جس کی بناء پر مکی مواخات کے وقت کا تعین مشکل ہے۔ اُس دور کے دوسرے حالات وواقعات کی مدد سے اس تاریخ کو متعین کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ آپ نے مکی مواخات کے لیے چھ نبوی ،16۔615ء کے آس پاس کی تاریخ کا تعین کیا ہے کیونکہ اس وقت تک مسلمانوں کی تعداد میں اس قدر اضافہ ہو چکا تھا کہ ان کے مابین بھائی چارہ قائم کیا جاسکتا تھا۔ اس تاریخ کے تعین کی بنیادی وجہ حضرت عمرؓ کا قبول اسلام ہے کیونکہ بنیادی مصادر میں اس مواخات کا بیان کردہ پہلا جوڑا حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کا ہے اور حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کا یہی دور ہے۔ حضرت حمزہؓ بن عبد المطلب ہاشمی بھی اس اسلامی بھائی چارے میں شریک تھے اور ان کے قبول اسلام کا بھی یہی دور ہے۔ دوسرے حالات، اسباب وعوامل اور واقعات بھی اسی تاریخ کی نشاندہی کرتے ہیں۔[8]

دیگر اسباب وعوامل میں خفیہ دور تبلیغ کے بعد مکی مسلمانوں کا سماجی مقاطعہ، تعذیب وتکلیف، خاندانی ترک روابط اور قطع رحمی شامل ہیں جن کے باعث مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کی مواخات اور سماجی شیرازہ بندی لازمی ہو چکی تھی۔ آپ نے مکی مواخات میں شریک ہونے والے مسلمانوں کی تعداد کو بھی موضوع بحث بنایا ہے اور اس میں سولہ، نوے یا سو صحابہ کرامؓ کی شمولیت کے حوالے سے دو روایات کا ذکر کیا ہے۔ مصنف کے مطابق اس وقت تک مسلمانوں کی تعداد کئی سو ہو چکی تھی اور ان سب کے مابین مواخات کا رشتہ قائم ہوا ہوگا جیسا کہ مدنی مواخات میں ہوا تھا۔ آپ نے ان سب آراء میں تطبیق کو درج ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے:

" اصل مکی مواخات میں صرف سولہ صحابہ کرامؓ کا شامل ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ مکی بھائی چارے میں یہ پہلی یا سب سے اہم جماعت تھی۔ اس کے علاوہ متعدد حضرات تھے جن کو مواخات کے ذریعہ ایک دوسرے سے

وابستہ کیا گیا تھا تاکہ اسلامی معاشرہ میں یگانگت و یکجہتی پیدا ہو اور مکی مسلمانوں میں ایک امت اسلامی سے وابستگی و تعلق کا احساس و شعور پیدا ہو جو مکی معاشرہ اور قریشی سماج سے ہر لحاظ سے منفرد و ممتاز تھا۔"[9]

مکی مواخات کی تاریخ اور اس میں شریک مسلمانوں کی تعداد کے تعین کے بعد آپ نے مواخات کے تسلسل و استقلال کے عنوان کے تحت اس امر کی وضاحت کی ہے کہ مدنی مواخات کی ضرورت کی وجہ سے اسے عارضی انتظام کے طور پر بیان کیا جاتا ہے جبکہ یہ ایک مستقل، ابدی اور آفاقی نظام تھا۔ تاریخی اعتبار سے مواخات کا سلسلہ ہجرت مدینہ تک مسلسل جاری رہا ہے۔ جوں جوں لوگ مسلمان ہوتے گئے انہیں اسلامی بھائی چارے کے رشتہ سے منسلک کیا جاتا رہا تاکہ اخوت و یگانگت پیدا ہوتی رہے۔ مگر بعد میں مکی مواخات کا ذکر نہیں ملتا ہے اور مدنی مواخات کے تسلسل کو بھی غیر صحیح ٹھہرا دیا جاتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ:

"مواخات کے بارے میں یہ غلط خیال قائم ہو گیا ہے کہ بدر کے بعد وہ باقی نہیں رہی تھی، حالانکہ غزوہ بدر کے بعد دراصل دینی رشتہ داروں کی وراثت کا حکم باقی نہیں رہا تھا لیکن مواخات اپنی جگہ قائم رہی۔ بیشتر سیرت نگاروں اور مورخوں نے اسے تسلیم بھی کیا ہے۔"[10]

تسلسلِ مواخات کو ثابت کرنے کے بعد آپ حضرت علیؓ کی آنحضور کریم ﷺ سے مواخات کے مسئلے کو تفصیلی انداز میں زیر بحث لائے ہیں۔ آپ کے مطابق حافظ ابن حجر کا نظریہ مواخات درست نہیں ہے، نہ ہی ان کا اسلامی جوڑوں سے مواخاتی رابطے کا اندازہ صحیح ہے کیونکہ وہ محض چند مواخاتی رشتوں کا ذکر کرتے ہیں لیکن بعض ہم پلہ دینی بھائیوں کے درمیان بنیاد اخوت کا تذکرہ نہیں کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے مطابق اس انتخاب و وابستگی کی اصل وجہ معاشرتی کفو اور خاندانی عنصر ہے۔ اس ضمن میں آپ نے مختلف قبائل قریش کے مختلف افراد کے مابین بننے والے رشتہ اخوت کو تفصیلاً صحابہ کرامؓ کے ناموں کے ساتھ بیان کیا ہے۔ آپ ﷺ کی اس مواخات میں خاندانی لحاظ اور قبائلی قرابت کو نظر انداز کرنے کے خاص مصالح اور اسباب تھے۔ سب سے اہم بات اس نظریہ کو روبہ عمل لانا تھا کہ اسلامی معاشرہ خون کے رشتہ یا خاندانی بنیادوں یا قبائلی قرابتوں پر استوار نہیں ہوتا بلکہ مواخات کی اصل بنیاد دینی قرابت اور اسلامی رشتہ داری تھی۔[11]

مقالے کے اختتام میں مواخات کے دیرپا اثرات کو بیان کیا گیا ہے۔ عموماً مدنی مواخات کے ضمن میں یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ اس کے اثرات طویل عرصہ تک رہے تھے۔ مکی مواخات میں شریک صحابہ کرامؓ کے مابین بھی رشتہ اتحاد و اتفاق، محبت و خلوص بمثل یک جان دو قالب نہ صرف ان کی زندگیوں میں قائم رہا بلکہ بعد از وفات بھی

ان کے مابین اس کے اثرات کو دیکھا جاسکتا ہے۔ مباحث کا لب لباب مقالے کے آخر میں ان الفاظ کی صورت میں بیان کیا ہے:

مکی مواخات دراصل عالمی اسلامی برادری کی اولین تشکیل تھی جس نے مدینہ منورہ میں ایک قدم مزید بڑھا کر اسلامی معاشرہ کو اور وسعت اور ہمہ گیر جہت عطا کی جو بالآخر دوسرے مراحل سے گزر کر اسلامی سماجی تنظیم میں ڈھل گئی۔[12]

آپ نے اس مقالے میں مکی مواخات کی تاریخ کے تعین کے ساتھ ساتھ اس سے متعلقہ کافی قابل قدر معلومات فراہم کی ہیں۔ قدیم مصادر میں پائے جانے والے اختلافی نکات کا تجزیہ ان معلومات سے متعلق درست روایات کو سمجھنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے اور اس تحقیق کو معلومات میں اضافے کا سبب بناتا ہے۔

3۔ مکی عہد نبوی میں مسلم آبادی

مکی دور نبوت کے مختلف پہلوؤں میں سے ایک اہم سماجی پہلو مکہ مکرمہ میں اسلام قبول کرنے والوں کی اصل تعداد کا معلوم کرنا ہے۔ اس موضوع کی اہمیت کے پیش نظر آپ نے "مکی عہد نبوی میں مسلم آبادی۔ ایک تجزیاتی مطالعہ" کے عنوان سے دو تحقیقی مقالات تصنیف کیے جو 1987ء میں سلسلہ وار دوسری اور تیسری ششماہی میں تحقیقاتِ اسلامی علی گڑھ، انڈیا سے شائع ہوئے۔ مکی عہد نبوی کے مسلمانوں کی کل تعداد کے بارے میں کوئی ذکر نہیں ملتا ہے۔ البتہ ابتدائی ماخذ و مصادر میں مسلمانوں کے طبقات سے متعلق مختلف فہرستیں ملتی ہیں جن کے ذریعے ان کی عددی طاقت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اس صورت میں ملنے والی صحابہ کرامؓ کی فہرستوں اور انفرادی اعتبار سے ملنے والی معلومات کا ذکر کیا اور اس امر کو واضح کیا ہے کہ شخصیت رسول ﷺ کو دعوت رسول ﷺ سے زیادہ اہمیت دی گئی۔ اسی لیے عددی اعتبار سے معلومات کی کمی پائی جاتی ہے۔ آپ مستشرقین، جدید مشرقی و مغربی مورخین کے اصول تاریخ نویسی سے کلی واقفیت رکھنے اور مصادر پر پوری دسترس ہونے کے باوجود ان پر جانبداری کا الزام لگاتے ہیں جس کی بناء پر ان کی فراہم کردہ معلومات جامع و کامل نہیں ہیں۔ آپ نے مستشرقین کے تجزیوں میں پائے جانے والے نقائص کا مفصل ذکر کیا ہے۔ موضوع تحقیق کی اہمیت و تعارف اور دستیاب مصادر کے تجزیہ کے بعد آپ نے وجہ اور طریقہ تحقیق ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

"رسول اکرم ﷺ کی مکی دعوت اور اس کے اثرات و نتائج کے بارے میں ہماری معلومات نہ صرف ناقص ہیں بلکہ بہت سی غلط فہمیوں پر مبنی ہیں۔ ہم زیر نظر مباحثہ میں مکی دور میں اسلام لانے والوں کا ایک عددی مطالعہ و تجزیہ پیش کریں گے اور آخر میں اس دور کی اسلامی تحریک کی کارکردگی اور اثر انگیزی کی تحدید و تعیین کریں

گے تاکہ سیرت نبوی کے مکی دور کی تاریخ دعوت و تبلیغ کے اہم ترین باب کا صحیح مطالعہ کیا جاسکے۔اپنی اور قائین کی آسانی نیز معلومات کی واضح تنقیح کے لیے ہم اپنا یہ مطالعہ خاندان وار کریں گے۔اس سے نہ صرف عددی قوت کا پختہ ثبوت ملے گا بلکہ اسلام کی طرف ہر خاندان قریش اور بطن عرب کا رویہ بھی واضح ہو گا۔"[13]

آبادی سے متعلق اعداد و شمار کا جدید اصول یہ ہے کہ آبادی کا اندازہ پیدائش ووفات کے حساب سے لگایا جاتا ہے۔آپ نے مصادر میں موجود فہرستوں میں ابتدائی مسلمان ہونے والوں کے ناموں کے ذکر کے ساتھ اس امر کو بیان کیا ہے کہ قدیم مصادر میں انفرادی طور پر مسلمان ہونے والوں اور کمزور طبقات کے افراد کے قبول اسلام کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔مہاجرین مدینہ کی ملنے والی فہرستیں بھی مکی مسلمانوں کی تعداد کے اندازے کے لیے اہم ہیں لیکن ان میں نقائص بھی موجود ہیں۔اول یہ کہ موجود ماخذ تمام مہاجرین کے اسمائے گرامی نہیں گنواتے۔دوم یہ کہ متعدد مکی مسلمان اپنی مجبوریوں کے سبب مدت تک ہجرت کی سعادت سے محروم رہے تھے۔لہٰذا مکی مسلمانوں کی مجموعی تعداد کا تخمینہ مشکل ہے۔[14]

آپ نے مستشرقین پر اعتراضات کے ساتھ ساتھ ان کی بیان کردہ مکی مسلمانوں کی تعداد کا ذکر و تجزیہ کرتے ہوئے اِسے غلط قرار دیا ہے (جیسا کہ مونٹگمری واٹ نے اپنی محمد ایٹ مکہ میں فرزندانِ حارث میں صرف چھ ناموں کا ذکر کیا ہے)اور باقاعدہ طور پر خاندان کے اعتبار سے مکی مسلم آبادی کا تجزیہ کیا ہے۔خاندانِ رسول ﷺ بنوہاشم سے آغاز کیا گیا ہے اور مسلمان ہونے والے تمام افراد بشمول مرد وخواتین، بچے و موالی، غلام و باندیوں کا ناموں کے ساتھ ذکر کیا ہے۔مشتبہ روایات میں مذکور افراد کو احتیاطاً مکی مسلمانوں میں شمار نہیں کیا۔اس کے بعد ابن سعد و دیگر ماخذ کی روشنی میں بنوہاشم کے حلیف و عزیز خاندان بنو مطلب کے مختلف گھرانوں اور ان میں مسلمان ہونے والے افراد کے نام و تعداد کو بیان کیا ہے۔ان دو قریشی خاندانوں کے مکی مسلمانوں کی تعداد کے تخمینہ کے بعد خاندانِ بنو عبد شمس (بنو امیہ) کو منتخب کیا ہے اور آپ نے اس خاندان کا تفصیلی تعارف اس انداز سے کروایا ہے۔

بطن بنو عبد مناف کے چار خاندانوں بنوہاشم، بنو عبد شمس، بنو مطلب اور بنو نوفل میں عددی طاقت اور دنیاوی جاہ و حشمت کے لحاظ سے بنو عبد شمس اور بالخصوص اس کا ذیلی خاندان بنو امیہ سب سے اہم تھا۔عموماً یہ بیان کیا جاتا ہے کہ بنو عبد شمس اور اس کے نمائندہ خاندان بنو امیہ نے رسول اکرم ﷺ کی سب سے زیادہ مخالفت کی تھی۔حالانکہ یہ قطعی غلط ہے۔دوسرا غلط مگر مقبول عام تاثر یہ بھی ہے کہ اس کے افراد نے سب سے بعد میں اسلام قبول کیا تھا۔بہر کیف مآخذ سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کثیر آبادی والے قریشی خانوادے کے متعدد افراد نے مکی عہد میں اسلام قبول کر لیا تھا۔[15]

آپ نے بنو امیہ کے مختلف گھرانوں اور مکی عہد کے اولین اموی مسلمانوں کے نام بمعہ تعارف اور تعداد کا تخمینہ لگانے کے ساتھ اموی حلیف خاندان کے تیئیس مردوں اور ابتدائی مسلمان ہونے والی خواتین کے نام بھی بیان کیے ہیں۔ ان کے علاوہ بنو عبد شمس کے دوسرے خاندانوں " بنو ابی عامر، بنو ابو العیص اور بنو عبد العزیٰ بن عبد شمس " وغیرہ کا بھی ذکر کیا ہے کہ ان خاندانوں کے افراد کا مکی عہد میں اسلام قبول کرنے کا تاریخی ثبوت نہیں ملتا لیکن ان خاندانوں میں بھی اس عہد رسالت میں مسلمان ضرور موجود تھے۔ بنو امیہ کے بعد آپ نے بنو نوفل، بنو مخزوم، بنو تیم اور بنو عدی نامی خاندانوں کا تعارف، باہمی تعلقات، مکی عہد نبوی میں ایمان لانے والے گھرانے، مسلم افراد کے نام و تعداد اور اہم شخصیات کے حوالوں سمیت تمام معلومات کو تفصیلی طور پر بیان کیا ہے اور بنو عدی کے حلیفوں کی تعداد کے ذکر ساتھ اس تحقیقی مقالے کو مکمل کیا ہے۔

1987ء میں تحقیقاتِ اسلامی کے جولائی سے ستمبر کے شمارے میں ستائیس صفحات پر مشتمل اس تحقیقی مقالے کا دوسرا حصہ شائع ہوا، جس میں آپ نے پہلے تحقیقی مقالے کے تسلسل میں درج ذیل خاندانوں اور ان کے مسلم افراد کے بارے میں کلی تفصیلات و بیش بہا معلومات فراہم کی ہیں۔ ان میں بنو سہم، بنو زہرہ، بنو اسد، بنو جمح، بنو عبد الدار، بنو عامر بن لوی، بنو حارث بن فہر، قریش الظواہر، دیگر قبائل عرب میں (بنو عامر بن صعصعہ، بنو محارب، غطفان کے قبائل بنو فزارہ اور بنو مرہ، بنو عضان، بنو حنیفہ، بنو سلیم، بنو عبس، بنو نضر، بنو کندہ، بنو کلب، بنو حارث بن کعب، بنو عذرہ) اور حضر موت و یمن کے قبیلے و بطون، بنو غفار، بنو اسم، بنو خزاعہ، ازدشنووہ، بنو سُلیم، بنو اشجع، بنو ہذیل اور بنو کلب شامل ہیں۔

آپ نے ان تمام خاندانوں کے ذریعہ قریشی قبائل اور مکہ مکرمہ کے قرب و جوار میں پائے جانے والے قبائل کے بارے میں جامع معلومات فراہم کی ہیں۔ ان خاندانوں کے اہم و منفرد مکی مسلمانوں اور ان کے کارناموں کو بھی ان کے تعارف کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ آپ نے انصار مدینہ کے عنوان کے تحت مکی عہد نبوی میں مدینہ منورہ میں اسلام قبول کرنے والوں کا ذکر کیا ہے۔ مکی عہد نبوی میں مدینہ کے حالات، وہاں موجود یہودی قبائل، پہلے پہل ایمان لانے والے چھ صالح نوجوان، بیعت عقبہ اولیٰ و ثانیہ اور حضرت مصعب بن عمیرؓ کو مبلغ اسلام بنا کر مدینہ بھیجے جانے جیسے تمام واقعات کو بیان کرتے ہوئے مکی عہد کے آخری تین سالوں میں مدینہ منورہ میں مسلمانوں کی تعداد بیس پچیس ہزار بتائی ہے جو وہاں کی آبادی کا تقریباً پچانوے فیصد بنتا تھا۔ بعد ازاں اس مسلم آبادی میں اضافہ ہوا تھا۔[16]

آپ نے اپنی تحقیق کے دوران اسد الغابہ، اصابہ اور استیعاب جیسی کتب کا بالاستیعاب مطالعہ نہ کرنے کا ذکر کیا ہے کیونکہ یہ کافی مشکل اور وقت طلب کام تھا۔ ان کتب سے مزید معلومات ملنے اور مکی مسلمانوں کی تعداد میں

اضافے کا امکان موجود ہے۔ آپ کی تحقیق کے مطابق اس وقت صرف قریشی خاندانوں میں مسلم افراد کی تعداد ڈیڑھ ہزار کے لگ بھگ تھی۔ بالغ مردوں میں سوا دو سوا افراد کا مزید اضافہ ہو سکتا ہے۔ مکہ مکرمہ سے باہر قبائل میں مسلم تعداد کا مسئلہ کلی طور پر اصول استخراج پر مبنی ہے کیونکہ ان کا واضح ذکر نہیں ملتا۔ کچھ قبیلوں میں مکی مسلم افراد ہزاروں کی تعداد میں موجود تھے اور کچھ قبائل میں تعداد کو انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے اور انصار مدینہ کی تعداد بیس پچیس ہزار سے کم نہ تھی۔ مندرجہ بالا تمام بحث اور تجزیہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مکی عہد نبوی میں مسلم آبادی جزیرہ نمائے عرب کے مختلف مراکز میں بکھری ہوئی تھی۔ ان میں سب سے زیادہ آبادی مدینہ منورہ، بنو غفار، بنو اسلم، بنو خزاعہ اور مکہ مکرمہ میں تھی۔ موخر الذکر کی بیشتر آبادی بعد میں مدینہ ہجرت کر گئی تھی اور متعدبہ تعداد مکہ میں مقیم رہی تھی۔ مذکورہ بالا علاقوں کے علاوہ قبیلہ عبد القیس، ازد شنوہ اور اشعر وغیرہ میں بھی مسلمانوں کی خاصی تعداد تھی۔ ہمارے تخمینہ کے مطابق مکی عہد نبوی کی مسلم بادی کی کل تعداد کم سے کم بیس پچیس ہزار متعین کی جا سکتی ہے جن میں سے مردوں کی تعداد تین ساڑھے تین ہزار تھی۔ ظاہر ہے کہ یہ تعداد ریاضی کے اصولوں اور قاعدوں کے مطابق حتمی نہیں ہے۔ اس میں کمی بیشی ممکن ہے مگر اس سے تیرہ سالہ مکی عہد کی اسلامی تحریک کی رفتارِ ترقی کا ایک حقیقت پسندانہ اندازہ ضرور ہوتا ہے۔[17]

آپ نے اس تحقیق کے لیے زیادہ تر ابن زبیر (م94ھ) ابن اسحاق (م151ھ) اور ابن سعد (م230ھ) کی فراہم کردہ معلومات پر اعتماد کیا ہے ان کے علاوہ سیرت ابن ہشام، ابن حجر کی الاصابہ، ابن اثیر کی الاستیعاب، واقدی، بلاذری، طبری کی کتب اور مستشرق منٹگمری واٹ کی کتاب محمد ایٹ مکہ میں فراہم کردہ معلومات سے بھی استفادہ کیا ہے۔ مکی عہد میں مسلم آبادی کے تجزیہ سے متعلق تحقیقی مقالات میں مکہ مکرمہ میں موجود قبائل کے تعارف کے ساتھ مسلم آبادی کی تعداد کا شماریاتی تخمینہ لگایا ہے۔ ان معلومات کی مدد سے باقاعدہ طور پر مکی مسلم آبادی کے جدول بھی تیار کیے جا سکتے ہیں اور اس سے مکی مسلمانوں کی صحیح تعداد معلوم ہو سکتی ہے۔ اس تحقیق کی مدد سے مکہ مکرمہ کے ماحول اور اس کے قرب وجوار میں موجود قبائل کے آپس میں تعلقات اور ازدواجی رشتوں کے بارے میں بھی معلومات ملتی ہیں۔ اپنے موضوع کے اعتبار سے یہ مقالات تاریخی اور عددی معلومات کا ذخیرہ ہونے کے ساتھ جامع وضخیم اور اعلیٰ تحقیقی معیار کے حامل ہیں۔

4۔ معیشت نبوی۔ مکی عہد میں

آنحضور ﷺ کی معاشی زندگی کے بارے میں عموماً کتب سیرت میں معاشی طور پر کمزوری وناداری کا انداز بیان اپنایا جاتا ہے کہ آپ ﷺ دُر یتیم تھے اور اس دنیاوی سہارے سے محروم ہونے کی وجہ سے بچپن سے ہی

مالی طور پر تنگدستی کا شکار تھے۔ مکہ مکرمہ میں صرف قبل از بعثت آپ ﷺ کے تجارتی سرگرمیوں میں شریک ہونے کا ذکر کیا جاتا ہے۔ بعد از بعثت آپ ﷺ کی معاشی سرگرمیوں کے بارے میں تفصیلات فراہم نہیں کی جاتی ہیں۔ ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی نے معلومات کے اسی خلاء کو پُر کرنے لیے مکی عہد میں معیشت نبوی کو موضوع تحقیق بنایا ہے۔ 1990ء میں تحقیقات اسلامی علی گڑھ کی تیسری ششماہی میں آپ کا تحقیقی مقالہ "معیشت نبوی۔ مکی عہد میں" کے عنوان سے شائع ہوا۔

آپ نے مقالے کا آغاز معاش نبوی کے بارے میں پائے جانے والے نظریات سے کیا ہے اور مسلم، مشرقی سیرت نگاروں اور مستشرقین و جدید مورخین کے نظریات سے نتیجہ اخذ کیا ہے کہ "رسول اکرم ﷺ کی معاشی حالت دگرگوں اور کمزور تھی اور وہ چند مراحل کے سوا فقر وفاقہ کی زندگی میں ڈھلتی گئی۔"[18]

آپ نے اس مختصر مقالے میں تاریخی شواہد و روایات کو بنیاد بنا کر آپ ﷺ کی مکی عہد میں معاشی زندگی کا تجزیہ پیش کیا ہے اور مختلف ذرائع معاش کو عنوانات کی صورت میں بیان کرتے ہوئے پیدائش سے لے کر ہجرت مدینہ تک آپ ﷺ کی معاشی حالت کو بیان کیا ہے اور اس بارے میں موجود نظریات کے نتائج سے مختلف صورت حال کو واضح کیا ہے۔ خاندانی ترکہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ کو والد کے ترکہ سے اتنا مال وسامان ملا تھا جو بچپن میں آپ ﷺ کی معاشی ضرورتوں کے لیے کافی تھا۔

عبد اللہ بن عبد المطلب نے ایک باندی ام ایمن، پانچ اوراک کھانے والے اونٹ (اجمال اوراک) اور بکریوں کا ایک ریوڑ (قطعہ غنم) چھوڑا جس کے رسول اللہ ﷺ وارث ہوئے۔ جناب عبد اللہ نے سیدہ آمنہ کو مکان مہیا کیا تھا۔ یہ "پدری اور مادری مکان" آپ ﷺ کو ترکے میں ملا تھا۔ ابن سعد و بلاذری کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ آئے تو آپ ﷺ کے پاس ایک تلوار بھی تھی جو آپ ﷺ کو اپنے والد گرامی سے ترکہ میں ملی تھی۔ اس کا قوی قرینہ ہے کہ آپ ﷺ اپنے والد / والدین سے سوا کچھ اور اسلحے جیسے تیر وکمان، ڈھال خود اور گھریلو ضرورت سامان بھی ملے تھے۔ ان کی تفصیلات بہر حال تحقیق طلب ہیں۔[19]

رضاعت نبوی، کفالت نبوی، کفالت جد امجد، کفالت عم نبوی کے عنوانات کے تحت آپ ﷺ کی والدہ بی بی آمنہ، دادا عبد المطلب، چچاؤں اور دیگر رشتہ داروں کی محبت و الفت کے سلسلے میں موجود تمام روایات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگرچہ کچھ مواقع پر آپ ﷺ کو معاشی تنگی کا سامنا کرنا پڑا لیکن ناداری و فقر وفاقہ کی کوئی صورت حال نہیں تھی۔ یہ بات حیرت انگیز ہے کہ والدہ کی تربیت و پرورش سے متعلق حقائق کو محفوظ نہیں رکھا گیا ہے جبکہ آپ ﷺ کی پیدائش کے سے متعلق معجزات و کرامات کو محفوظ رکھا گیا ہے۔ آپ ﷺ کے دادا نے پیدائش کے روز سے ہی

آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی دیکھ بھال کی تھی اور والدہ کی وفات کے بعد دادا، چچا اور دیگر عزیز رشتہ دار آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو اپنی سگی اولادوں سے بھی زیادہ اہمیت دیتے اور آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی ضروریات کو پورا کرنے کا مکمل خیال رکھتے تھے۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے جوان ہونے اور خود کمانے کے قابل ہونے تک ابو طالب اور ان کی اہلیہ نے آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا ہر ممکن خیال رکھا۔

آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے پہلے پہل بکریاں چرانے سے اپنی معاشی سرگرمیوں کا آغاز کیا اور اس کے بعد آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے باقاعدہ طور پر قریشی لوگوں کی طرح تجارت کا پیشہ اپنایا۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی تمام تجارتی اسفار و سرگرمیوں کو تجارت نبوی کے عنوان کے تحت بیان کیا گیا ہے۔ آپ نے آنحضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے تجارتی پیشے کے آغاز اور اس میں مقام کو مختلف روایات کے ذریعہ بیان کرنے کے بعد نتائج کو اس انداز میں تحریر کیا ہے:

"آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اپنی آزادانہ تجارت کب شروع کی اور کب سے باقاعدہ تجارت کو اپنا وسیلہ رزق بنایا، ابھی تک کی معلومات کے مطابق کوئی حتمیٰ وقت مقرر کرنا مشکل ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ ہمارے تقریباً تمام قدیم وجدید مصادر آپ کی تجارت کا ذکر حضرت خدیجہؓ بنت خویلد اسدی سے شادی اور ان کی تجارت میں مضاربت کے حوالہ سے کرتے ہیں جس سے یہ تاثر ابھرتا ہے کہ وہ آپ کی تجارت کا نقطہ آغاز تھا۔ ایسے قرائن و شواہد موجود ہیں جو واضح کرتے ہیں کہ اس وقت تک آپ بطور امین تاجر مکہ مکرمہ میں مسلّم و مشہور ہو چکے تھے۔ یہ یقینی ہے کہ رسول اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اپنی تجارت کا آغاز اسی اصول مضاربت کے مطابق کیا تھا اور حضرت خدیجہؓ کے مال تجارت کو شام لے جانے سے قبل متعدد حضرات کے ساتھ تجارتی روابط قائم کر کے اپنی ساکھ بنا چکے تھے۔[20]

آپ نے حضور کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی بحیثیت تاجر معاشی سرگرمیوں کے آغاز، دیگر قریشیوں کے ساتھ اصول مضاربت کے تحت کاروباری سرگرمیوں کو بیان کرنے کے بعد اس بات کو واضح کیا ہے کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے تجارت کا سلسلہ بعثت کے بعد بھی جاری رکھا تھا۔ چند روایات کے ذریعہ اس امر کی وضاحت بھی کی ہے کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ معاشی لحاظ سے خوشحال تھے۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے حقِ مہر ادا کیے۔ خاندان رسالت و مکی غلاموں کی کفالت کی اور اس سب کے ساتھ ہمیشہ صدقہ و خیرات اور ناداروں کی مدد بھی کیا کرتے تھے جیسا کہ حضرت خدیجہؓ کے نزول وحی کے وقت الفاظِ تسکین و تسلی سے ظاہر ہوتا ہے۔ آپ نے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ مستشرقین اور سیرت نگاروں کے بیان کردہ فقر و مفلسی اور غربت کے مفہوم درست نہیں ہیں۔[21]

مقالے کے اختتام میں آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی مکی معیشت اور معاشی خود کفالت کے مختلف عناصر میں مسلم ہدایا و خدمات کو بھی بطور عنوان لیا ہے اور مثالوں کے ذریعہ واضح کیا ہے کہ مدنی زندگی کی طرح مکی زندگی میں بھی صحابہ کرامؓ نے مختلف مواقع پر آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو ہدایا و تحائف دیئے تھے جو مالی وسائل میں اضافے کے ساتھ ضروریات

زندگی کو بھی احسن طریقے سے پورا کرنے کے کام آئے ۔ زمانی ترتیب کے لحاظ سے آپ ﷺ کے مختلف ذرائع ووسائلِ حیات، خاندانی ترکے، معاشی سرگرمیوں اور ہجرت مدینہ تک قابل اعتماد نامور مکی تاجر کی حیثیت ہونے کو ثابت کیا ہے اور مختلف سیرت نگاروں کی تحریروں میں آپ ﷺ کی معاشی طور پر ناداری و کمزوری کے تصور کو غلط ثابت کیا ہے۔ یہ مختصر تحقیقی مقالہ اس امر کی بھی وضاحت کرتا ہے کہ آپ ﷺ کی تجارت وغنا حضرت خدیجہؓ کے مال و دولت کی وجہ سے نہیں تھی۔ آپ ﷺ خود مختار و آزاد تاجر تھے البتہ آپ ﷺ کی دولت و تجارت کو ان کے مال سے فیض ضرور پہنچا تھا۔ مختصر یہ کہ آپ ﷺ معاشی لحاظ سے خوشحال تھے۔

5۔ مکی اسوہ نبوی (مسلم اقلیتوں کے مسائل کا حل)

مکی اسوہ نبوی (مسلم اقلیتوں کے مسائل کا حل) حیدرآباد میں دیئے گئے آپ کے خطبات کا مجموعہ ہے۔ یہ کتاب پہلے پہل اپریل 2005ء میں اسلامک بک فاونڈیشن دہلی سے طبع ہوئی ۔ زیر مطالعہ آٹھ خطبات اور 325 صفحات پر مشتمل یہ کتاب اسلامک ریسرچ اکیڈمی، کراچی (ادارہ معارفِ اسلامی) سے دسمبر 2010ء میں شائع ہوئی ہے۔ موضوع کے عین مطابق اس کتاب میں اسوہ نبوی کو مستقل بالذات حیثیت میں پیش کیا گیا ہے۔ حرفِ آغاز کے اس کتاب کی ضرورت واہمیت، وجہ تالیف، انداز وطریق بحث ان الفاظ میں بیان کیے گئے ہیں:

سیرتِ نبوی کے مکی دور کا مطالعہ اقلیتی نقطہ نظر سے اس کتاب میں کیا گیا ہے۔ روایات وواقعات سب وہی ہیں چند کا اضافہ ضرور ہے مگر ان کو صحیح تناظر میں رکھنے سے صورتِ حال یکسر تبدیل ہو جاتی ہے اور اسلام کا اقلیتی کردار سامنے آجاتا ہے۔ یہ بات اہلِ اسلام کے لیے تکلیف دہ بلکہ جان لیوا ضرور ہے مگر ہے حقیقت مسلمہ و ثابتہ، جس سے انکار تو آنکھ کے اندھے بھی نہیں کرسکتے۔ اس ترتیبِ واقعات اور تنظیم سیرت نبویؐ سے تمام عالم میں پھیلی ہوئی مسلم اقلیتوں کے لیے ایک آئینہ ایام حاصل ہوتا ہے۔ اس میں اپنی صورت دیکھ کر اپنے خاص احوال و ظروف کے مطابق سیرت نبوی سے ہدایت حاصل کرکے زندگی کا اسلامی طریقہ اپنا سکتے ہیں اور بطور اقلیت اپنا ملی تشخص قائم واستوار رکھنے کے علاوہ یہ بھی نصیحت پاسکتے ہیں کہ کس طرح اقلیت سے اکثریت میں اور کیونکر محکوموں سے حکمرانوں میں بدل سکتے ہیں۔ مکی اور مدنی ادوارِ سیرت واسلام میں یہی حکمتِ الٰہی مضمر ہے۔[22]

آپ نے اس کتاب کی وجہ تالیف میں علماء کا اسلام کو حاکم مذہب بنا کر پیش کرنے، علماء کا فقہ اقلیت مرتب نہ کرنے، قرونِ حاکمیت کے نہج پر تحریری انداز کو عام کرنے، صرف دور حاکمیت کی تاریخ لکھنے، دور محکومیت و مغلوبیت کے حالات ذکر نہ کرنے، مکی سورتوں کے صحیح تجزیہ نہ کرنے اور دور حاضر کی مسلم اقلیتوں کے لیے بطور لائحہ

عمل پیش نہ کرنے جیسے چند امور کو بھی مفصلاً بیان کیا ہے۔ یہ تالیف آٹھ خطبات اور منتخب کتابیات پر مشتمل ہے۔ خطبات کے موضوعات کا مختصر درج ذیل ہے۔

☆پہلے خطبہ کا عنوان "مکہ کا کثیر قومی معاشرہ" ہے۔ یہ خطبہ عرب، قریش اور قبائلی نظام کا پس منظر بیان کرتا ہے۔ اس کے ساتھ مکہ مکرمہ میں غیر قریشی قبائل اور ان کی اہمیت کو بھی واضح کیا گیا ہے۔

☆دوسرا خطبہ " مکی مسلم اقلیت کا ارتقاء" ہے۔ اس خطبے میں ابتداءً مکی اور مدنی دور نبوی کی حکمت بیان کرنے کے بعد "دین کے انتخاب کا حق" کے عنوان کے تحت اس امر کو واضح کیا گیا ہے کہ عرب کثیر مذہبی مزاج کے لوگ تھے اور فرد کی مذہبی آزادی کو تسلیم کرتے تھے۔ اس خطبے میں خفیہ و اعلانیہ دعوت کے اسلوب، ان کی افادیت و اہمیت کو نہایت عمدہ انداز میں تحریر کیا گیا ہے۔ اس خطبہ میں آنحضور کریم ﷺ کی طریقِ دعوت، مسلمانوں کی تنظیم، مسلمانوں کی تعلیم و تربیت، مسجدوں کی تعمیر و تنظیم اور بیرونِ مکہ مساجد و مراکز کی تنظیم جیسے موضوعات پر منفرد معلومات فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ ان سے دور حاضر میں رہنمائی کے حصول کی طرف بھی نشاندہی کی گئی ہے۔

☆تیسرا خطبہ " حبشی اُمت اسلامی" کے عنوان سے ہے۔ اس میں ہجرت حبشہ کے بارے میں معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ اس خطبے میں مکہ اور حبشہ کے تعلقات کے بیان سے مختلف مباحث کا آغاز کیا ہے۔ اس خطبے میں اس موضوع پر عموماً پائی جانے والی روشِ سیرت نگاری سے یکسر منفرد انداز میں مکہ اور حبشہ کے تجارتی و ثقافتی تعلقات و روابط، ہجرت حبشہ، اہل مکہ کی سفارت، شاہ حبشہ کی حمایت و قبولِ اسلام، قیام حبشہ کے واقعات و مسائل، حبشہ میں اشاعتِ اسلام، حبشہ میں مسلم اقلیت کے مرکز یعنی مکہ مکرمہ کے مسلمانوں سے روابط، امداد و اعانت، عرب شاعر میں ہجرت اور حبشی تہذیب کے اثرات جیسے عنوانات کی مدد سے اس موضوع پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔

☆چوتھا خطبہ "مکی اُمتِ اسلامی کی تشکیل و تعمیر" ہے۔ اس خطبے میں اہم ترین موضوعات پر روشنی ڈالی گئی ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے مشکل حالات میں امت مسلمہ کی تعمیر و تشکیل فرمائی اور اہم حصہ مکی مواخات ہے۔ آپ نے مکی مواخات کے سلسلے میں مسلمان ہونے والوں کے سماجی مقام و مرتبہ کی رعایت کے بیان کے ساتھ مکی مواخات کو نئے مکی مسلمانوں کے لیے مستقل معاشرتی تنظیم کا ذریعہ قرار دیا ہے اور اس کی مدد سے کمزور طبقات کی شیرازہ بندی کو بھی موضوع بحث بنایا ہے۔ آپ نے اس خطبہ میں مکی امت اسلامی کی اقتصادی تنظیم، اکثریت کے ساتھ سماجی اشتراک اور سیاسی قبائلی نظام میں شرکت جیسے عنوانات کو بھی بیان کیا ہے اور اس امر کی وضاحت کی ہے کہ مکہ کے مسلمان سیاسی و سماجی نظام میں اپنی اپنی خدمات انجام دیتے رہے تھے، نہ مشرکین مکہ نے انھیں برطرف کیا اور نہ ہی انہوں نے اس سماج میں کام کرنے کو حرام سمجھا۔

☆پانچواں خطبہ " نظامِ مدافعت و حقِ تحفظ " سے متعلق ہے۔اس خطبے میں قبائلی نظام تحفظ و حمایت، انفرادی معاہدہ امن و امان کا اصول، مفادات کے تحفظ کا معاہدہ، دفاعی اقدام کا حق اور صحابہ کرامؓ کی مدافعت، نبوی دفاعی اقدامات اور قریشی پرچار کا توڑ اور سہ نکاتی مکی پروپیگنڈا مہم کے موضوعات کے تحت انسان کے تحفظ جان کے حق کو مختلف واقعات کی مدد سے واضح کیا گیا۔

☆چھٹے خطبہ کا عنوان " دفاعی معاہدے اور ہجرت " ہے۔اس خطبے میں آپ نے مکی عہد کے معاہدوں اور مختلف علاقوں کو مقامِ ہجرت بنانے اور ان کے سرداروں سے بات کرنے کے بعد مدینہ منورہ کو دارالہجرت کے طور پر اختیار کرنے جیسے عوامل کو ہجرت، ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ جیسے موضوعات کے ذریعہ بیان کیا ہے۔

☆ساتواں خطبہ اور کتاب کا اہم ترین باب " مسلم اقلیتیں۔اسلامی ریاست کے قیام کے بعد " ہے۔اس خطبے میں ہجرت نبوی کے بعد مکہ مکرمہ میں رہنے والی مسلم اقلیت ،ان کے مختلف طبقات و مسائل کا ذکر کیا گیا ہے۔اس کے ساتھ مکہ کی مسلم اقلیت اور رسول اکرم ﷺ کے مابین تعلق کو بھی موضوعِ بحث بنایا گیا ہے۔اس میں مکی مسلمانوں کی آزادی کے لیے آپ ﷺ کی کوششوں کا بھی بیان ہے اور اسی خطبہ میں قبائل عرب میں مسلم اقلیتوں اور حبشہ کی مسلم اقلیت کو بھی زیرِ بحث لایا گیا ہے، تفصیلات کی غرض سے ان موضوعات پر مزید تحقیق کی گنجائش ہے۔

☆آٹھواں اور آخری خطبہ " معاصر مسلم اقلیتوں کے لیے لائحہ عمل " ہے، یہ خطبہ پوری کتاب کا خلاصہ ہے۔آپ نے بارہ نکات کی صورت میں اسوہ حسنہ کی روشنی میں عصر حاضر میں مسلم اقلیتوں کے لیے لائحہ عمل پیش کیا ہے۔ان نکات میں مکی معاشرے میں جاہلی عہد کی تمام چیزوں کو ختم نہ کرنا، عبادات کا جامد نہ ہونا، عمدہ اصول دعوت اختیار کرنا، تعلیم و تربیت اور دعوتِ دین کے مراکز کا قیام، محفوظ مقام پر ہجرت کرنا، غیر مسلم معاشروں سے اچھے تعلقات قائم کرنا، تعلیمی ترقی اور خوش حالی کی کوشش کرنا، امت مسلمہ کے تحفظ کو یقینی بنانا، معاشی بنیادوں کو مضبوط کرنا، ملی تشخص کی حفاظت کرنا، غیر مسلم برداران سے روابط قائم کرنا، شرعی حدود کی پاسداری کرنا اور اصول کتاب و سنت کی مکمل پاسداری کرنا شامل ہیں۔

ان خطبات میں سادہ و سلیس زبان ، متنوع مصادر و مراجع، دیدہ ریزی، ضعیف روایات کی تنبیہ ، مسلم اقلیتی مسائل کے حل اور عصر حاضر میں تکثیری معاشروں میں اسوہ نبوی سے رہنمائی کے حصول کے نقطہ نظر سے مواد موجود ہے۔اس کتاب نے علمی خلا کو پُر کرنے کے ساتھ مکی عہد کی سیرت نگاری کی راہیں بھی ہموار کی ہیں۔اس تالیف کی مدد سے مسلم اقلیتی مسائل کو بہتر انداز میں حل کیا جاسکتا ہے۔

خلاصہ بحث:

اکیسویں صدی میں ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی کو سیرت نگاری میں انفرادیت کی وجہ سے خاص مقام حاصل ہے۔ آپ نے سیرت مبارکہ کے تقریباً ہر عہد و گوشے کو موضوع تحقیق بنایا ہے اور سیرت طیبہ کے پوشیدہ گوشوں کو سامنے لائے ہیں۔ آپ نے تحقیقات کے لیے مکی عہد نبوی کو امتیازی طور پر اختیار کیا ہے۔ آپ نے پہلے سے موجود معلومات کی تصحیح کے ساتھ ان کو نئے انداز سے بیان کرتے ہوئے ان سے یکسر منفرد نتائج حاصل کیے ہیں۔ آپ کے مکی عہد رسالت سے متعلق موضوعات تحقیقی میدان میں بہت سی نئی معلومات کے ساتھ تحقیق کے نئے پہلو بھی سامنے لاتے ہیں۔ آپ کی یہ تحقیقات و تصانیف منفرد اسلوبِ تحریر، گیرائی و گہرائی کی حامل ہونے کے ساتھ ساتھ تعلیم و تحقیق کے متلاشی افراد کے لیے مشعل راہ ہیں۔ مکی عہد رسالت سے متعلق آپ کی تحقیقات تکثیری معاشروں اور دارالحرب میں مقیم مسلمانوں کے لیے زندگی گزارنے کا مکمل اور قابل عمل لائحہ عمل پیش کرتی ہیں۔ آپ کی تحقیقات کو عام قارئین اور طلباء کے لیے قابل رسائی بنایا جانا چاہیے تاکہ درست و جامع معلومات کی فراہمی ممکن ہو پائے اور ہر طرح کے حالات میں سیرت مبارکہ کو صحیح طور پر اپنایا جاسکے۔

حوالہ جات

[1] ۔ ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی 26 دسمبر 1944ء کو ہندوستان کی ریاست اُترپردیش میں پیدا ہوئے، آپ نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ (انڈیا) سے ایم۔اے، ایم۔فل اور تاریخ کے شعبہ میں پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ آپ دور حاضر میں سیرت نگاری کے ضمن میں خاص حیثیت کے حامل ہیں۔ مزید دیکھیے، صدیقی، یٰسین مظہر، عہد نبوی میں قریش و ثقیف تعلقات، (کراچی، مسند سیرت۔ وفاقی اردو یونیورسٹی)، س:جون 2015، ص:10،9

[2] ۔ صدیقی، یٰسین مظہر، خطباتِ سرگودھا، (مرتب: ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف سرگودھا)، س:ن، ص: 21،19

[3] ۔ صدیقی، یٰسین مظہر، مقالاتِ سیرت، (مرتب: ہمایوں عباس شمس)، لاہور (ثوبان نعمان پرنٹنگ پریس)، س:2015ء ج:2، ص:309

[4] ۔ صدیقی، یٰسین مظہر، مقالاتِ سیرت، ج:2، ص:311

[5] ۔ ایضاً، ج:2، ص:321

[6] ۔ ایضاً، ج:2، ص:321

[7] ۔ صدیقی، یٰسین مظہر، مقالاتِ سیرت، ص:322، 323

[8] ۔صدیقی، یٰسین مظہر، مقالاتِ سیرت، ج:2، ص:327، 328

[9] ۔ایضاً، ج:2، ص:330

[10] ۔ایضاً، ج:2، ص:332

[11] ۔صدیقی، یٰسین مظہر، مقالاتِ سیرت، ج:2، ص:338-341

[12] ۔ایضاً، ص:344، 345

[13] ۔ صدیقی، یٰسین مظہر، مکی عہد نبی میں مسلم آبادی-ایک تجزیاتی مطالعہ، تحقیقات اسلامی علی گڑھ، علی گڑھ ,جون 1987ء، ج:6، شمارہ2، ص:13

[14] ۔ایضاً، ص:15

[15] ۔ صدیقی، یٰسین مظہر، مکی عہد نبی میں مسلم آبادی-ایک تجزیاتی مطالعہ، تحقیقات اسلامی علی گڑھ، علی گڑھ ,جون 1987ء، ج:6، شمارہ2، ص:13

[16] ۔صدیقی، یٰسین مظہر، مکی عہد نبی میں مسلم آبادی-ایک تجزیاتی مطالعہ، تحقیقات اسلامی علی گڑھ، ج:6، شمارہ3، ص:48

[17] ۔ایضاً، ص:49-51

[18] ۔صدیقی، یٰسین مظہر، معیشت نبوی-مکی عہد میں، تحقیقات اسلامی، علی گڑھ، ستمبر 1990ء، ج:9، شمارہ:3، ص:14

[19] ۔ایضاً، ص:15-17

[20] ۔صدیقی، یٰسین مظہر، معیشت نبوی-مکی عہد میں، تحقیقات اسلامی، س: ستمبر 1990ء، ج:9، شمارہ:3، ص:26، 25

[21] ۔ایضاً، ص:31

[22] ۔صدیقی، یٰسین مظہر، مکی اسوہ نبوی (مسلم اقلیتوں کے مسائل کا حل)، کراچی (اسلامک ریسرچ اکیڈمی)، دسمبر 2003ء، ص: x, xi